

سلسلہ خطبات جمعہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
ضبط و ترتیب: حافظ محمد سلمان الحق انوار حقانی
مدرس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

خاندان کے سربراہ کی ذمہ داریاں

تربیت اولاد کا اہتمام، صدقہ جاریہ والے اعمال اور جوابدہی کے مرحلے

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم
اللہ الرحمن الرحیم۔ انما اموالکم و اولادکم فتنۃ واللہ عنده اجر عظیم (الطلاق)
ترجمہ: ”تمہارے مال اولاد تو سراسر تمہارے آزمائش ہی ہے اور بہت بڑا اجر اللہ تعالیٰ کے پاس ہے“
نگران، مسؤل ہیں:

وعن ابن عمرؓ ان رسول اللہ ﷺ قال الاکلکم راع وکلکم مسؤل عن
رعیته فالامام الذی علی الناس راع وهو مسؤل عن رعیتہ والرجل راع علی اهل
بیتہ وهو مسؤل عن رعیتہ والمرءۃ راعیۃ علی بیت زوجها وولده وہی مسؤلۃ
عنہم وعبد الرجل راع علی مال سیدہ وهو مسؤل عنه الاکلکم راع وکلکم مسؤل
عن رعیتہ۔ (متفق علیہ)

ترجمہ: خبردار! تم سب اپنی رعیت کے نگہبان ہو اور تم سب سے رعیت کے بارہ میں پوچھا جائے گا پس حاکم جو لوگوں
کی اصلاح کے لئے مقرر کیا گیا ہے اپنی رعیت کا محافظ ہے اس سے اپنی رعیت کے احوال کے بارہ میں (قیامت کے
دن) پوچھا جائے گا۔ مرد اپنے اہل خانہ کا نگہبان ہے اس سے اپنی رعیت یعنی اہل و عیال کے بارے میں سوال کیا جائے
گا۔ عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچوں کی نگہداشت پر مامور ہے تو اس سے ان کے بارے میں پوچھا جائے
گا۔ آدمی کا غلام اپنے مالک کے مال کا نگران ہے۔ تو اس سے اس مال کے بارہ میں سوال ہوگا۔ (پھر حضور نے تاکیداً
فرمایا) سنو تم سب کے سب (کسی نہ کسی درجہ میں) نگران ہو تم سب سے اپنی رعیت کے بارہ میں پوچھا جائے گا۔
والدین، اولاد کو نماز کی تربیت دیں:

عن سبرۃ بن معبد جہنیؓ قال قال رسول اللہ ﷺ مروا الصبۃ بالصلوۃ اذ ابغ
سبع سنین واذا ابغ عشر سنین فاضربوہ علیہا

(ترجمہ) حضرت سبرہ بن جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت کر رہے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا اٹھ کے جب سات سال کے

موجائیں تو انہیں نماز کا حکم دواور جب دس سال کا ہو جائے تو نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے اس کو مارو۔

گزشتہ مواعد سے آپ کو اندازہ ہوا ہوگا کہ والدین کے اپنی اولاد پر بے شمار حقوق ہیں۔ حقوق کی خواہش اور پورا کرنے کا مطالبہ تو ہر والد و والدہ کا ہوتا ہے مگر اس طرف بہت کم والدین کا دھیان ہوتا ہے کہ ان جگرشوں کی علم و عمل، سیرت و کردار، دینداری اور اخلاق حسنہ جیسی صفات عالیہ کے حصول میں بچوں کے کچھ حقوق کی ادائیگی کے ذمہ دار وہ بھی ہیں۔ والدین کے انعامات و احسانات اتنے زیادہ ہوتے ہیں کہ بچوں کو احسان کے بدلہ میں احسان کے مقول کے مطابق ماں باپ کی خدمات و انعامات کے اعتراف کے طور پر ان کی خدمت گزاری اور تکلیف نہ دینے کا فریضہ باحسن طریقہ ادا کرنا ہوگا۔ مگر یہاں یہ یاد رہے کہ اولاد والدین کے حقوق تب ادا کریں گے

والدین کا غفلت پر مواخذہ:

جب والدین نے بھی بچوں کی پرورش میں نیکی، پارسائی، شرم و حیاء اور امانت و دیانت کی بہترین بنیادیں قائم کی ہوں۔ عام مشاہدہ ہے کسی ایک مثال پیش کرنے کی ضرورت نہیں کہ جن لوگوں کی ذمہ اولاد کی تربیت تھی، انہوں نے غفلت و بے پرواہی کا مظاہرہ کیا وہ اولاد کو 'کولیر' بھر دینے والے اور جرسی بن کر معاشرہ کے لئے بدترین ناسور کی کیفیت حاصل کر لیتے ہیں۔ ایسے اولاد سے یہ توقع کرنا کہ والدین کی حقوق کی پاسداری کریں گے یا والدین کا انکی نالائقی و نااہلی کی شکایتیں کرنے کی بجائے ان کو یہ ذہن نشین کرنا چاہیے کہ ان زیر کفالت بچوں کے جرائم میں یہ سرپرست دنیا کے قانون و رواج میں برابر کے شریک ہیں اور عند اللہ بھی ان کا باقاعدہ مواخذہ ہوگا۔

فکر آخرت کا اہتمام:

آج ہر کسی کو فکر رہتی ہے کہ میرا بچہ کسی تکلیف اور اذیت میں مبتلا نہ ہو، معمولی تکلیف کی صورت میں ماں باپ سردی و گرمی سے بے نیاز لمحہ لمحہ بچوں کے آرام و سکون میں صرف کرنا اپنا فریضہ اول سمجھتے ہیں۔ جبکہ دنیاوی سکون و تکلیف کو نہ کوئی دوام ہے اور نہ اس میں حد سے زیادہ بے چینی۔ دنیا کی ہر آفت و تکلیف میں بے شمار فوائد اور راحت و سکون میں لامتناہی مصائب و گناہوں کا احتمال ہے، اس کے مقابلہ اگر اصلی راحت و تکلیف ہے، وہ مرنے کے بعد والے ادوار میں ہے، ان عذابوں اور تکلیفوں میں ذرہ برابر راحت نہیں اور نعمتوں میں بے چینی کا تصور تک نہیں۔ ہماری بد قسمتی یہ کہ اولاد کے ان فانی اور جلد زائل ہونے والے دنیاوی آسائشوں اور سکون کے تو متلاشی ہیں اور رب کائنات نے قرآن میں اپنے آپ اور اپنے اہل و عیال کو جہنم کے اندوہناک آگ سے بچانے کا جو حکم دیا ہے اس سے بالکل غافل بن بیٹھے ہیں۔ جو بچہ والدین کی غفلت و لاپرواہی کا شکار ہو کر جرائم و گناہوں کی دلدل میں غرق ہوا اور اسی حالت میں دنیا سے رخصت بھی ہوا۔ ظاہر ہے کہ اس کا ٹھکانہ جہنم ہی ہوگا جبکہ جہنم کی آگ ہمارے اس دنیا کی آگ سے کروڑہا درجہ دردناک اور اذیت ناک ہے۔

اپنی اولاد کی صحیح تربیت نہ کرنے کا ایک نتیجہ یہ بھی ہوتا ہے کہ جیسے آج کی ذکر کردہ آیت سے معلوم

ہو رہا ہے کہ بعض اولاد اپنے والدین کو طاعات اور عبادات سے روک معاصی میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ یہی وہ مقام آزمائش ہوتا ہے کہ والدین ایسے مواقع پر اب احکام الہی کو ترجیح دیتے ہیں یا اولاد کے ناجائز فرمائشوں کی تکمیل کو اہم سمجھتے ہیں۔ مال کی بھی یہی آزمائش والی کیفیت ہے کہ انسان اس کی محبت میں گرفتار ہو کر خالق کائنات کی اطاعت اور فرمانبرداری کو پس پشت ڈال دیتا ہے۔ مال و اولاد کے یہی دو کٹھن مراحل ہیں جن میں گرفتار ہونے کے بعد اعتدال کی راہ چھوڑ کر گمراہی کے اندھیروں میں بھٹک جاتا ہے۔ اگر بچوں کی اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تربیت کا بندوبست کر دیا جائے تو یہی جگہ کے ٹکڑے مرنے کے بعد بھی کارآمد ثابت ہو کر ان کے اعمال صالحہ والدین کے عمل ناموں میں لکھے جائیں گے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا مات ابن ادم انقطع عمله

الامن ثلاث صدقة جاریۃ او علم ینفع بہ او ولد صالح یدعو الہ (مسلم)

ترجمہ: ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کر رہے ہیں کہ آپ نے فرمایا جب انسان مر جاتا ہے تو اس کے عمل کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔ مگر تین چیزوں کا ثواب اسے ملتا رہتا ہے۔ ایک صدقہ جاریہ یا وہ علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے یا نیک اولاد جو اس کے لئے دعائے خیر کرتی رہے۔“

دنیا دار العمل ہے آخرت کی کامیابی و ناکامی کا دار و مدار اسی دنیا کے چند سالہ زندگی پر ہے۔ یہاں جو بویا ہے مرنے کے بعد وہی کاٹا ہے۔ اس کے اچھے یا برے اثرات عالم برزخ ہی سے ظاہر ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ اس عالم دنیا میں ہر نیکی عمل نامہ میں لکھی جاتی ہے۔ روح کے قبض ہونے کے ساتھ عمل نامہ بند ہو کر نیکیوں کے کرنے کا سلسلہ ختم اور جزا و سزا کا سلسلہ شروع ہو کر قبر صالح مومن کے لئے جنت کے ٹکڑوں سے ایک ٹکڑا اور کافر و فاسق و فاجر کے لئے جہنم کا گڑھا بن جاتا ہے۔ اب جبکہ مزید نیکی کرنے اور نیکیوں کے اکاؤنٹ میں محسوب کرنے کا موقع ختم ہوا مرنے کے بعد بھی وہ مسلمان خوش قسمت ہے جس نے زندگی میں ایسا صدقہ اور کار خیر اللہ کی رضا کے لئے کیا جس کا فیض فائدہ لوگوں کے لئے اس کے مرنے کے بعد بھی جاری ہے یا ایسا شخص جس نے علم دین حاصل کر کے زندگی میں پھیلا یا جس سے لوگ نفع حاصل کر رہے ہیں اور تیسرا وہ نیک بخت جس نے اپنے پیچھے ایسی دیندار شریعت پر کار بند اولاد چھوڑ دی ہو جو اسکے مرنے کے بعد بھی اس کے لئے دعائے خیر و مغفرت پر کار بند ہوں ان تینوں کے اعمال حسنہ کے اجر و ثواب نیکی کرنے والے کے ساتھ ساتھ مرنے والے والدین کے عمل خانہ میں باقاعدہ جمع ہو رہے ہیں۔ یہ عظمت و فضیلت اس مرد مومن کے قسمت میں لکھی جاتی ہے۔ جس نے اپنی اولاد کی تربیت اس انداز سے کی ہو کہ وہ اس کی دنیا سے کوچ کرنے کے بعد حقیقی معنی میں صدقہ جاریہ ثابت ہوں۔

ذکر کردہ حدیث ”الا کلکم راع کلکم مسئول عن عیبتہ“ کا نچوڑ و خلاصہ یہی ہوا کہ ایک ذمہ دار اپنے ماتحت لوگوں کی راہ راست پر لانے کا ذمہ دہ ہے اسلامی معاشرہ کے قیام میں اولاد اور آئندہ نسلوں کا بڑا حصہ ہے۔ یہ

حصہ وہ تب ادا کرنے کے قابل ہوں گے جبکہ انکے سرپرستوں نے اپنی مسؤلیت اور نگہبانی کا صحیح حق ادا کر دیا۔
مملکت وجود ایک امانت ہے:

یہاں ایک نکتہ ذکر کرنا ضروری ہے کہ جب ہر ذمہ دار سے اپنے ماتحتوں کے بارہ میں روز حساب پوچھا جائے گا۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ میرا کنہہ ہے نہ اولاد ہے نہ زیر دست لوگ، تو میں مسؤلیت کے فریضہ سے فارغ ہوں، کیونکہ ہر آدمی کا یہ بدن جو ایک مختصر کارخانہ اور اللہ رب العالمین کی تخلیق کردہ عظیم شاہکار ہے گوشت، پوست اور ہڈیوں اور دیگر کئی عناصر پر مشتمل اعضاء ہیں۔ کوئی ایسا جزو بدن کا نہیں جسے بے فائدہ اور بیکار سمجھا جائے۔ ہاتھ پاؤں آنکھ کان دل و دماغ وغیرہ ہر ایک اپنے جگہ وہ ڈیوٹی اور فرض ادا کر رہا ہے کہ اگر کچھ دیر کے لئے ایک عضو بھی اپنا فنکشن معطل کر دے تو جیتے جی انسان اپنے آپ کو قریب المرگ سمجھتا ہے ان کی قدر و قیمت اور اہمیت کا اندازہ تب ہوتا ہے جب کسی عضو سے محرومی ہو جائے یا کسی اور شخص کو تکلیف دہ حالت میں آنکھ یا ٹانگ یا زبان سے محروم دیکھے۔ رب کائنات نے اس عظیم نعمت جو بدن ہے کو اسی ایک انسان کے تصرف میں بطور امانت دے کر اسے اپنی مرضی کے مطابق اپنی اطاعت میں استعمال کرنے کا حکم دیا، یہی وجہ ہے کہ کسی انسان کو یہ حق نہیں کہ خودکشی کر کے اللہ کے اس احسن تقویم کو تہس نہس کر دے۔ کیونکہ یہ اللہ کی امانت ہے جس کے تمام اجزاء اس کی رعیت یہ شخص ان کا راعی اور مسؤل ہے اس سے روز محشر پوچھا جائے گا کہ تم نے پاؤں کا استعمال کیسا اور کہاں کیا۔ پاؤں کا استعمال خانہ خدا میں حاضری، محافل و مجالس جہاں اللہ و رسول ﷺ کے احکامات کا ورد ہو رہا ہو، صلوات و اولیاء اللہ کی زیارت، اللہ کے دین کی اشاعت، اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے جہاد اپنے اور اولاد کیلئے حلال کمائی کے لئے سفر وغیرہ جیسے اعمال طیبہ میں ہوا۔ یا فتنہ و فساد بے دینی، مسلمان کی عصمت و عزت پامال کرنے، حرام مال کے حصول، رقص و سرور، فحاشی و عریانی کے مواقع میں حاضر ہونے کیلئے ٹانگوں کی قوت کا استعمال ہوا۔ دل و دماغ جو انسانی بدن کی نعمتوں میں اہم اعضاء ہیں۔ اس کا استعمال اللہ کی معرفت، نیکی کے تصورات، خوف خدا، فکر آخرت، جیسے پاک و صاف افکار میں ہو یا شیطانی خواہشات کے حاصل کرنے عذاب الہی، محاسبہ آخرت سے غفلت جیسے گندے خیالات پر وان چڑھانے میں ان کو ضائع کر دیا۔ یہی حال آنکھ کان ہاتھ ہر عضو کا ہے جو اللہ تعالیٰ کی امانت ہیں۔ ان کو اللہ کی مرضیات پر چلانے، تبلیغ دین، کلمۃ اللہ کی سر بلندی، ان اعضاء کی حفاظت کرنا ہر بندہ پر لازم ہے ہر فرد سے اپنے ایک ایک عضو کی کارکردگی کے بارہ میں پوچھا جائیگا۔ جیسے ہر حاکم سے اپنی رعیت کے ہر فرد کے بارہ میں سوال ہوگا۔ یہی کیفیت ہر انسان کی ہوگی، اپنے بدن کے تمام اعضاء کی کارگزاری کے بارہ میں مظلوموں کے کٹہرے میں کھڑے ہو کر سوالات کے جوابات اطمینان بخش انداز میں دینے کی صورت میں جہنم سے چھٹکارا ملے گا۔
 ورنہ خسارہ ہی خسارہ۔

قدرت کا آفاقی نظام عدل و انصاف: دنیا کے عدل و انصاف پر مبنی عدالتوں کا انداز اور ہے اور احکم العالمین جیسی شان نزالی ہے اسکے عدل و انصاف کا عالمی جیم الدائن ہے لہذا دنیا میں جرم جرم کرنے کے بعد بھی سے سفارش

عہدہ 'لاج' رشوت اور جہ زبانی کے زور پر بزم سے بری ہوتا ہے۔ ایک ہی وکیل کے پاس اگر ظالم فیس دے کر چلا جائے وہ عدالت میں ظالم کی خلاصی کے لئے دلائل دے کر اسے بری الذمہ قرار دینے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتا ہے اگر اسی وکیل کے پاس اسی کیس کا مظلوم حق وکالت دے کر اپنا معاملہ لے کر حاضر ہو جائے وہ اسے مظلوم ثابت کرنے کیلئے دلائل کے انبار لگا دیتا ہے۔ عقل و سمجھ میں نہ آنے والا رائج الوقت ایسا نظام عدل ہے کہ موت تک مظلوم و مضبوط عدالتوں کے چکر لگا کر اسے مایوسی کے علاوہ کچھ نہیں ملتا۔ کاش اگر اس نظام کی جگہ قدرت کے آفاقی نظام عدل و انصاف کا بول بالا ہوتا تو مظلوم اپنے دادری کیلئے در بدر ٹھوکریں کھانے کی بجائے اس کا حق و انصاف اس کے دروازہ پر اسے مل جاتا ہے۔ روز قیامت کے جوابدہی اور مسؤلیت کو کوئی اس دنیا کے جاہل و غافل نظاموں کے طریقوں پر قیاس نہ کرے کہ سیم و وزیر یا طاقت و چالاکی کو استعمال کر کے اعضاء کے بارہ میں مسؤلیت اور جوابدہی کے مرحلہ سے بچ جاؤنگا۔ سرکارِ دو عالم ﷺ کا فرمان ہے:

اعضاء و اندم کی گواہی:

وعن انسؓ قال كنا عند رسول الله ﷺ فضحك فقال هل تدرون مما اضحك قال قلنا الله ورسوله اعلم قال من مخاطبة العبد ربه يقول يا رب الم تجرني من الظلم قال يقول بلى قال فيقول فاني الا اجيز على نفسي الا شاهد مني قال فيقول كفى بنفسك اليوم عليك شهيدا ويا اكرام الكتابين شهودا قال فيختم على فيه فيقال لا ركانه انطقى قال فتنتطق باعماله ثم يخلى بينه وبين الكلام قال فيقول بعد الكن و مسحقا فعنك كنت انا ضل (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ (ایک دفعہ) ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ اچانک آپ ہنسنے لگے اور پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو میں کیوں ہنس رہا ہوں۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں ہم نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ﷺ بہتر جانتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں (روز قیامت) بندہ اور مالک الملک کے درمیان بالمشافہ مکالمہ (کا تصور کر کے) ہنس رہا ہوں (قیامت کے دن) بندہ کہے گا 'اے رب تو نے مجھ کو ظلم سے پناہ نہیں دی ہے۔ (اشارہ ان اللہ لا یظلم من قال ذرہ کی طرف غالباً ہے) حضور ﷺ نے فرمایا رب کا نجات فرمائیں گے کہ ہاں (میں نے یقیناً بندوں پر ظلم نہ کرنے کا وعدہ کیا ہے) بندہ عرض کرے گا اگر آپ نے واقعی مجھ کو ظلم سے پناہ دی ہے تو میں اپنے متعلق اس کے علاوہ اور کچھ نہیں چاہتا کہ میرے بارے میں گواہی دینے والا مجھ ہی سے ہو۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ رب العالمین بندے کی یہ بات سن کر فرمائے گا (ٹھیک ہے) آج کے دن تیرے بارے میں خود تیری ذات ہی کی گواہی ہوگی پھر بندے کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی۔ (جس سے اس کی قوت گویائی وقتی طور پر معطل ہو جائے گی) جس کے بعد اس کے جسم کے تمام اعضاء کو ظلم کیا جائے گا۔ یہ ہو جائے گا کہ اعضاء اس کے اعمال کو بیان کرنا شروع

کردیں گے جو ان اعضا کے ذریعہ کئے تھے پھر اس بندہ اور اس کی قوت بیان کے درمیان حائل رکاوٹ ختم کر دی جائے گی بولنا شروع کر دے گا (انسان اپنے اس معاملہ کو دیکھ کر اپنے جسم کے اعضاء کو کہے گا) دور ہو تم ہلاک ہو جاؤ میں تو تمہارے (عذاب جہنم) سے نجات کے لئے لڑ رہا تھا۔

ہر شخص جواب دہی کے مرحلہ سے گزرے گا:

یہ وہ خطرناک مقام ہے کہ اسی بندے کی خواہش و منشاء کے مطابق گواہ گواہی کے لئے پیش ہوں وہ گواہ اس کے خلاف گواہی دے کر اسے مزید ذلت و خواری سے دوچار کر دیں گے جب اپنے قریبی اور گمراہی کے افراد اپنے مجازی مالک و سرپرست اور راعی کے خلاف شہادۃ دیں تو اس وقت اس کی پریشانی کی انتہا نہیں ہوتی ہے پھر ایسے فرد پر ہدایانی کیفیت طاری ہو کر نہ صرف خود کو بلکہ اپنے قریبی گواہوں کو بھی برا بھلا کہنا شروع کر دیتا ہے۔ یہی صورتحال ہر اس شخص کی ہوگی جیسے رب کائنات نے اس کے جسم کے تمام اعضاء کا نگران نگہبان اور راعی بنایا اور اس نے اس امانت میں خیانت کرتے ہوئے انہیں ایسے امور میں مصروف رکھا جو مالک حقیقی کے غیض و غضب کو دعوت دینے کے مترادف تھے۔ معلوم ہوا اس فانی دنیا میں کوئی انسان بھی اپنے آپ کو حق نگہبانی اور عالم آخرت میں مسئولیت سے بری الذمہ نہیں ٹھہرا سکتا۔ ہر آدمی کو کسی نہ کسی حیثیت اور درجہ میں روز قیامت جواب دہی کے مرحلہ سے گزرنا پڑے گا۔

محترم حاضرین! بات ہو رہی تھی اولاد کی حقوق کی اس آزادی اور دین سے دوری کے زمانہ میں کئی والدین دینا کی رنگینیوں میں ڈوب کر اولاد کی طرف سے غافل ہو گئے۔ نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ اکثر اچھے گھرانوں کی اولاد بنیادی اسلامی تعلیم عقائد و عبادات کے طریقوں سے بھی نااہل ہوتے ہیں۔ بیشتر خاندانوں کے بچے قرآن ناظرہ پڑھنے سے بے علم ہوتے ہیں اگر ان سے بے دینی پر مشتمل گانوں، فلموں، کھیلوں اور رسومات کے بارہ میں پوچھا جائے کم سنی کے باوجود ان کا قوت حافظہ ان خرافات سے بھرپڑا رہتا ہے۔ ان تمام بے ہودہ اعمال میں والدین کے اپنے کردار کا بڑا عمل دخل رہتا ہے۔ جیسے کہ پہلے بھی عرض کر چکا ہوں باپ کے ساتھ اس ابتدائی تربیت کے مرحلہ میں والدہ کے کردار کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔

بچے کو سب سے پہلے کلمہ طیبہ سکھائیں: جب بچہ عقل و شعور کے ابتدائی مراحل میں داخل ہوا اور بولنے کی کوشش شروع کرے تو اسکے زبان سے لائیتی الفاظ نکلنے اور ان پر خوشی کا اظہار کرنے کی بجائے والدین کوشش کریں کہ اس کے منہ سے پہلے نکلنے اور سیکھنے والے الفاظ ”اللہ اللہ“ ہوں۔ والدین بالخصوص والدہ خود بچے کے سامنے اللہ کے نام کا درد کیا کریں۔ بچوں کی فطرت میں تقالی کا مادہ موجود ہوتا ہے۔ وہ والدین کو جس کیفیت میں دیکھتے اور سنتے ہیں وہی بچہ بھی اپناتا ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے: عن ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ افتحوا علی

صبیانکم کلمۃ لا الہ الا اللہ ترجمہ: ”عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کر رہے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا اپنے بچوں کو سب سے پہلے لا الہ الا اللہ کا کلمہ سکھلاؤ۔“